۳

کفارہ

اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

سننا	• کلام/بات کو آغاز/درمیان سے سن کر نظم و نثر کے مرکزی نکتے/خیال یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سیاق و سباق کو سمجھتے ہوئے موضوع بیان کر سکیں۔
بولنا	• کسی تحریر/تقریر پر استحسانی و تنقیدی گفتگو کر سکیں۔
پڑھنا	• افسانوی، غیر افسانوی متن میں شامل نامانوس الفاظ، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات پر مشتمل فقرات سمجھ کر پڑھ سکیں۔
	• اردو میں رائج دوسری زبانوں کے الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت سمجھ سکیں۔
لکھنا	• اپنی جماعت کے معیار کے مطابق روز مرہ، ضرب الامثال اور محاورات کا استعمال کرتے ہوئے سادہ اور مرکب جملے تحریر کر سکیں۔
قواعد/زبان	• تذکیر و تانیث (اسما اور ضمائر) کی فہم رکھتے ہوئے زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو روز مرہ گفتگو اور تحریر و تخلیق میں استعمال کر سکیں۔
شناسی	• جملوں میں اسم، فعل اور حرف کی نشان دہی کر سکیں۔
	• حروفِ فجائیہ (ندا، تحسین، نفرین، تاسف، انبساط، تنبیہ، استعجاب، تہنیت، تمنا، قسم) کی نشان دہی کر سکیں۔

خاص	پَلندہ	تُنتُنی	جاں بَرآری	جگر دوز	چشم پوشی
الفاظ	حواس مخلوج ہونا	خِفّت	سوزش	قلانچ	بَرگشتہ

ہدایات برائے اساتذہ کرام

• طلبہ پر کسی تقریر یا تحریر پر استحسانی اور تنقیدی گفتگو کی اہمیت واضح کریں کہ کسی بھی نثر یا نظم پارے میں زبان و بیان کی کون کون سی فنی اور فکری خوبیاں یا خامیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ ادب پارہ معیاری یا غیر معیاری، مقبول یا غیر مقبول قرار دیا جا سکتا ہے؟ مصنف یا شاعر کے طرزِ تحریر یا اسلوبِ بیان کی بھی وضاحت کریں تاکہ طلبہ خود بھی کسی ادب پارے پر تنقید و استحسان کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔

پریم چند (۱۸۸۱ء-۱۹۳۶ء)

پریم چند ضلع بنارس کے ایک گاؤں لمہی پانڈے پور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام دھنپت رائے اور والد کا نام منشی عجائب لال تھا۔ پریم چند کی زندگی کا آغاز بڑے حوصلہ شکن حالات میں ہوا۔ سوتیلی ماں کے ظلم و ستم کے باعث ان کی ابتدائی تعلیم ٹھیک طرح سے نہ ہو سکی۔ تاہم انھوں نے پرائیویٹ طور پر بی۔ اے اور پھر جونیئر انگلش ٹیچر کا امتحان پاس کر کے محکمہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی اور بہ تدریج ترقی کرتے کرتے ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے تک پہنچ گئے۔ ۱۹۰۱ء سے باقاعدہ ادبی زندگی کا آغاز ہوا جو آخر دم تک جاری رہا۔ اُن کے افسانوں کا پہلا مجموعہ "سوزِ وطن" کے نام سے شائع ہوا، جس پر حکومت نے پابندی لگا کر نذرِ آتش کر دیا۔ اُن کے افسانوں کے دیگر مجموعوں میں زادِ راہ، پریم بتیسی، پریم پچیسی، پریم چالیسی اور واردات وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے میدانِ عمل، گئودان وغیرہ ناول بھی لکھے۔

پریم چند کا اسلوبِ بیان سادہ اور دلکش ہے۔ وہ دیہات اور شہر دونوں طرح کے ماحول اور پس منظر کے بیان پر قدرت رکھتے ہیں تاہم دیہاتی زندگی کو انھوں نے بڑے سلیقے سے اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔

پڑھنے سے پہلے پوچھیں

- افسانے کے اجزائے ترکیبی کون سے ہیں؟
- اردو زبان و ادب میں افسانہ نگاری کی ابتدا کس نے کی؟

پڑھیں

ڈسٹرکٹ بورڈ۔۔۔۔۔کے ہیڈ کلرک بابو مداری لال کو کئی بار جگر دوز سانحات کے سننے کا اتفاق ہوا تھا لیکن ان کا چہرہ کبھی اتنا زرد اور دل کبھی اتنا پامال نہیں ہوا تھا، جتنا وہ سرکاری لفافہ کھول کر ہوا جو ایک دن دس بجے دفتر آتے ہی انھیں ملا۔ لفافہ ہاتھ میں لیے وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں کھڑے رہے گویا سارے حواس مفلوج ہو گئے ہوں۔ گویا دنیا ان کی نظروں میں تاریک ہو گئی ہو۔ بورڈ کے سیکرٹری صاحب نے پنشن لے لی تھی اور اس لفافے میں نئے سیکرٹری کے تقرر کا حکم تھا۔ اسی نئے تقرر پر بابو صاحب کی صورت اتنی متغیر ہو گئی تھی۔ سرکار نے سبودھ چندر کو اس عہدے پر مامور کیا تھا اور سبودھ چندر وہ شخص تھا جس کے نام سے ہی بابو مداری لال کو نفرت تھی۔ وہ سبودھ چندر جو ان کا ہم جماعت تھا جسے زک دینے کے لیے انھوں نے بارہا کوشش کی اور ہمیشہ ناکام رہے۔ وہ آج ان کا افسر ہو کر آ رہا تھا۔ سبودھ چندر کی بہت دنوں سے کوئی خبر نہ ملی تھی۔ وہ لڑائی میں شریک ہو کر بصرہ چلا گیا تھا۔ بابو صاحب نے سمجھا تھا وہیں مر گیا ہوگا مگر آج وہ سیکرٹری ہو گیا اور مداری لال کو اس کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا۔ اس ذلت سے تو موت بہ درجہا بہتر تھی۔ یقیناً سبودھ کو سکول اور کالج کے واقعات یاد ہوں گے۔ مداری لال نے اسے سکول سے نکلوا دینے کے لیے کئی بار سازشیں کیں۔ غلط الزام لگائے، بدنام کیا۔ کیا سبودھ وہ ساری باتیں بھول گیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ آتے ہی آتے انتقام لینے کی کوشش کرے گا اور مداری لال کو جاں براری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔

مداری لال اور سبودھ دونوں ایک ہی دن ایک ہی مدرسے میں داخل ہوئے تھے اور اسی دن مداری لال کے دل میں حسد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ سبودھ کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ مداری لال سے زیادہ ذہین، زیادہ حاضر جواب اور زیادہ خندہ پیشانی کا حامل تھا اور مداری لال نے اس کا قصور کبھی معاف نہیں کیا۔ جب سبودھ ڈگری لے کر اپنے گھر چلا گیا اور مداری لال فیل ہو کر ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں نوکر ہو گیا تب اسے قدرے اطمینان ہوا۔ جب معلوم ہوا کہ سبودھ بصرہ جا رہا ہے تب مداری لال کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نظر آیا تھا۔ ان کے دل سے وہ دیرینہ خلش نکل گئی تھی مگر وائے ناکامی! آج وہ پرانا، ناسور صد گونہ سوزش اور تپش کے ساتھ کھل گیا۔ آج ان کی قسمت سبودھ کے ہاتھ میں تھی اور مداری لال کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دریا میں بہے جا رہے ہیں۔

جب ذرا اوسان بہ جا ہوئے تو مداری لال نے دفتر کے کلرکوں کو سرکاری حکم سناتے ہوئے کہا۔ اب آپ لوگ ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر رہیے گا۔ سبودھ چندر وہ آدمی نہیں ہیں جو غلطیوں کو نظر انداز کر جائیں۔

ایک کلرک نے پوچھا۔ کیا بہت سخت ہیں؟ "

مداری لال نے مسکرا کر کہا: "وہ تو آپ لوگوں کو دو چار دن ہی میں معلوم ہو جائے گا۔ میں کیوں اپنی زبان سے کسی کی شکایت کروں۔ بس آگاہ کر دیا کہ ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر رہیے گا۔ آدمی لائق ہے مگر انتہا درجہ غصہ ور، نہایت مغرور اور بد مزاج۔ خود ہزاروں ہضم کر جائے اور ڈکار تک نہ لے مگر کیا مجال کہ کوئی ماتحت ایک کوڑی بھی ہضم کرنے پائے۔ ایسے آدمی سے ایشور ہی بچائے۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ رخصت لے کر گھر چلا جاؤں۔ دونوں وقت حاضری بجالانی ہوگی۔ آپ لوگ آج سے دفتر کے ملازم نہیں۔ سیکرٹری صاحب کے ملازم ہیں۔ کوئی ان کے لڑکے کو پڑھائے گا، کوئی بازار سے سودا سلف لائے گا، کوئی انھیں اخبار سنائے گا اور چپڑاسیوں کے تو شاید دفتر میں درشن ہی نہ ہوں گے۔"

اسی طرح سارے دفتر کو سبودھ کی طرف سے بدظن کر کے مداری لال نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

(2)

سبودھ چندر اس کے ایک ہفتے بعد گاڑی سے اترے تو اسٹیشن پر بورڈ کے سارے عملے کو حاضر پایا۔ سب ان کا استقبال کرنے آئے تھے۔ مداری لال کو دیکھتے ہی سبودھ لپک کر ان کے گلے سے لپٹ گئے اور بولے ''تم خوب ملے، بھئی یہاں کیسے آئے؟ اوہ! آج دس سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ کہاں ہو آپ؟''

مداری لال بولے: یہاں ڈسٹرک بورڈ کے دفتر میں ہیڈ کلرک ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں؟''

سبودھ: ''اجی میری نہ پوچھو۔ بصرہ، فرانس اور نہ جانے کہاں کہاں مارا پھرا۔ تم دفتر میں ہو، یہ بہت اچھا ہوا۔ میری تو سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیسے کام چلے گا۔ میرے لیے یہ کام بالکل نیا ہے کچھ تجربہ ہی نہیں۔ جہاں جاتا ہوں میری خود نصیبی میرے ساتھ جاتی ہے۔ بصرہ میں سارے افسر خوش تھے۔ دو سال میں کوئی پچیس ہزار روپے بنالایا اور سب اُڑا دیے۔ وہاں سے آکر کچھ دنوں تک دفتر میں مٹرگشت کرتا رہا، یہاں آیا تو تم ملے۔ (کلرکوں کو دیکھ کر) یہ لوگ کون ہیں؟''

مداری لال کے دل پر برچھیاں سی چل رہی تھیں۔ ظالم پچیس ہزار روپے بصرہ سے کما لایا۔ یہاں قلم گھستے گھستے مر گئے اور پانچ سو بھی نہ جمع کر سکے بولے: یہ لوگ بورڈ کے کلرک ہیں۔ سلام کو حاضر ہوئے ہیں۔''

سبودھ نے ان سب لوگوں سے باری باری ہاتھ ملایا اور بولے: آپ لوگوں نے ناحق تکلیف کی۔ بہت مشکور ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ صاحبان کو مجھ سے شکایت کا کوئی موقع نہ ملے گا۔ مجھے اپنا افسر نہیں، اپنا بھائی سمجھیے۔ آپ سب مل کر اس طرح کام کیجیے کہ بورڈ کی نیک نامی ہو اور میں بھی سرخرو ہوں۔ آپ کے ہیڈ کلرک صاحب تو میرے پرانے رفیق اور لنگوٹیے یار ہیں۔''

ایک چرب زبان کلرک نے کہا: ہم سب حضور کے تابع دار ہیں۔ حتی الامکان تو جناب کو شکایت کا کوئی موقع نہ دیں گے مگر تقاضائے بشری سے اگر کبھی سہو ہو جائے تو حضور بھی ازراہِ سرپرستی چشم پوشی فرمایئے گا۔''

سبودھ: یہی میرا اصول ہے۔ ہمیشہ یہی اصول رہا، جہاں رہا۔ ماتحتوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رہا۔ ہم اور آپ دونوں ہی کسی تیسرے کے غلام ہیں۔ پھر رعب کیسا اور حکومت کیسی۔ ہاں ہمیں نیک نیتی اور تن دہی سے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔''

جب سبودھ سے رخصت ہو کر عملے والے دفتر چلے آئے تو آپس میں باتیں ہونے لگیں۔

آدمی تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔''

''ہیڈ کلرک کے بیان سے تو معلوم ہوتا تھا سب کو کچا ہی کھا جائے گا۔''

جناب یہ دکھانے کے دانت ہیں۔''

(3)

سبودھ کو آئے ایک مہینا گزر گیا۔ بورڈ کے کلرک، اردلی، چپڑاسی سب اس کے برتاؤ سے خوش تھے۔ دل جوئی کرنے کا اس میں ایسا فطری مادہ ہے کہ جو اس سے ایک بار ملتا ہے، ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ سخت کلمہ تو اس کی زبان پر آتا ہی نہیں مگر اس کی یہ ساری خوبیاں مداری لال کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی ہیں۔ وہ اس کانٹے کو اپنے پہلو سے نکال ڈالنے کی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں۔ عملے کو برانگیختہ کرنا چاہا، ناکامی ہوئی۔ ممبروں کو بھڑکانا چاہا، منہ کی کھائی۔ ٹھیکے داروں کو ابھارنے کی کوشش کی، یوں چکنی چپڑی باتیں کرتے، گویا اس کے سچے دوست ہیں لیکن گھات میں لگے رہتے کہ کب موقع ملے اور اسے نیچا دکھاؤں۔ سبودھ ذہین تھا، لائق تھا مگر مردم شناس نہ تھا۔ وہ مداری لال کو اب بھی اپنا رفیق اور شفیق سمجھتا تھا۔

ایک دن مداری لال سیکرٹری صاحب کے کمرے میں گئے تو کرسی خالی دیکھی۔ وہ کسی ضرورت سے باہر چلے گئے تھے۔ ان کی میز پر پانچ ہزار کے

نوٹ پلندوں میں بندھے ہوئے رکھے ہوئے تھے۔ بورڈ کے مدرسوں کے لیے کچھ لکڑی کے سامان بنوائے گئے تھے، اس کی قیمت تھی۔ ٹھیکے دار آج وصولی کے لیے طلب کیا گیا تھا۔ آج ہی سیکرٹری صاحب نے چیک بھیج کر خزانے سے روپے منگوائے تھے۔ مداری لال نے برآمدے میں نکل کر دیکھا، سبودھ کا کہیں پتا نہ تھا۔ مداری لال کی نیت برگشتہ ہو گئی۔ حسد میں بدنیتی بھی شامل ہوئی۔ انھوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پلندے اٹھائے۔ پتلون کی دونوں جیبوں میں بھر کر فوراً کمرے سے نکلے اور چپراسی سے پوچھا: سیکرٹری صاحب کمرے میں ہیں یا نہیں؟" چپراسی نے کہا: "جی نہیں، کچہری میں کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔"

مداری لال نے دفتر میں آکر ایک کلرک سے کہا: یہ فائل لے جا کر سیکرٹری صاحب کو دکھاؤ۔"

کلرک فائل لے کر چلا گیا اور ذرا دیر میں لوٹ کر بولا: سیکرٹری صاحب کمرے میں نہ تھے، فائل میز پر رکھ آیا ہوں۔"

مداری لال: کمرہ چھوڑ کر کہاں چلے جایا کرتے ہیں۔ کسی دن دھوکا اٹھائیں گے۔"

کلرک نے کہا: ان کے کمرے میں دفتر والوں کے سوا جاتا ہی کون ہے؟"

مداری: تو کیا دفتر والے سب کے سب فرشتے ہیں۔ کب کسی کی نیت برگشتہ ہوتی ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ میں نے چھوٹی چھوٹی رقموں پر اچھے اچھوں کی نیتیں بدلتے دیکھی ہیں۔ ہم میں اس وقت سبھی شاہ نظر آتے ہیں لیکن موقع پا کر شاید ہی کوئی شاہ رہے۔ یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ آپ جا کر ان کے کمرے کا دروازہ دونوں طرف سے بند کر دیجیے۔"

کلرک: چپراسی تو دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔"

مداری لال نے جھنجھلا کر کہا: "آپ سے میں جو کہتا ہوں وہ کیجیے۔ کہنے لگے، چپراسی بیٹھا ہوا ہے۔ چپراسی ہی کچھ اُڑا دے تو آپ اس کا کیا کر لیں گے؟ ضمانت بھی ہے تو تین سو کی، یہاں ایک کاغذ لاکھ کا ہے۔"

یہ کہہ کر مداری لال اٹھے اور دفتر کے دروازے دونوں طرف سے بند کر دیے۔ جب ذرا موقع ملا تو نوٹوں کے پلندے پتلون کی جیب سے نکال کر ایک الماری میں کاغذوں کے نیچے چھپا دیے۔ پھر آکر اپنے کام میں ہمہ تن محو ہو گئے۔

سبودھ چندر آدھ گھنٹے میں لوٹے تو دروازہ بند تھا۔ دفتر میں آکر مسکراتے ہوئے بولے۔ یہ دروازہ کس نے بند کر دیا ہے صاحب۔ کیا مجھے آنے کی اجازت نہیں ہے؟"

مداری لال نے کھڑے ہو کر واعظانہ لہجے میں کہا: "جناب گستاخی معاف کیجیے گا۔ آپ جب کبھی باہر جائیں، چاہے ایک منٹ ہی کے لیے کیوں نہ ہو دروازہ ضرور بند کر دیا کریں۔ آپ کی میز پر روپے پیسے اور سرکاری کاغذات بکھرے پڑے رہتے ہیں، نہ جانے کس وقت کس کی نیت بدل جائے۔ میں نے ابھی سنا کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں تو دروازے بند کرا دیے۔"

سبودھ دروازہ کھول کر کمرے میں گئے اور ایک سگار پینے لگے۔ میز پر نوٹ رکھے ہوئے ہیں، اس کی خبر ہی نہ تھی۔ دفعتاً ٹھیکے دار نے آکر سلام کیا۔ سبودھ کرسی سے اٹھ بیٹھے اور بولے: تم نے بہت دیر کر دی۔ تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ دس بجے ہی روپے منگوا لیے تھے۔ رسید کا ٹکٹ لائے ہو نا؟"

ٹھیکے دار: حضور، رسید لکھتا لایا ہوں۔"

سبودھ: تو یہ روپے لو۔ تمھارے کام سے میں بہت خوش نہیں ہوں۔ لکڑی خراب استعمال کی ہے اور کوئی چیز صاف نہیں اگر ایسا کام کرو گے تو ٹھیکے داروں کے رجسٹر سے تمھارا نام نکال دیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر سبودھ نے میز پر نگاہ ڈالی تو نوٹوں کا پلندہ نہ تھا۔ شاید کسی فائل کے نیچے دب گیا ہو گا۔ کرسی کے قریب کے کاغذات الٹ پلٹ ڈالے مگر

نوٹوں کا پتا نہیں۔ ایں! نوٹ کہاں گئے۔ ابھی یہیں تو میں نے رکھ دیے تھے۔ جا کہاں سکتے ہیں؟ پھر فائلوں کو اُلٹنے پلٹنے لگے۔ دل میں ذرا ذرا سی دھڑکن ہونے لگی۔ ساری میز کے کاغذات چھان ڈالے۔ پلندے کا پتا نہیں۔ تب وہ کرسی پر بیٹھ کر اس آدھ گھنٹے کے واقعات اور حرکات کا تبصرہ کرنے لگے۔ چپڑاسی نے نوٹوں کا پلندہ لا کر مجھے دیا۔ خوب یاد ہے۔ بھلا یہ بھی بھولنے کی بات ہے اور اتنی جلد۔ میں نے نوٹوں کو لے کر یہیں میز پر رکھ دیا، گنا تک نہیں۔ اتنے میں ایک وکیل صاحب آ گئے۔ پرانے ملاقاتی ہیں، ان سے باتیں کرتا ہوا ذرا اس درخت کے نیچے چلا گیا۔

یہاں تو پلندہ رکھا ہوا تھا۔ خوب اچھی طرح یاد ہے۔ پھر نوٹ کہاں غائب ہو گئے۔ میں نے کسی صندوق، دراز یا الماری میں نہیں رکھے پھر گئے تو کہاں گئے؟ شاید دفتر میں کسی نے احتیاطاً اٹھا کر رکھ دیے ہوں۔ یہی بات ہے میں ناحق اتنا گھبرا گیا۔ فوراً دفتر میں آ کر مداری لال سے بولے: آپ نے میری میز پر سے کچھ نوٹ تو کہیں نہیں رکھوا دیے۔"

مداری لال نے استعجاب سے پوچھا: کیا آپ کی میز پر نوٹ تھے۔ مجھے تو خبر نہیں۔ ابھی منشی سوہن لال ایک فائل لے کر گئے تھے تو آپ کو کمرے میں نہ دیکھا۔ میں نے سنا کہ آپ کسی سے باتیں کرتے چلے گئے ہیں تو دروازے بند کروا دیے۔ کیا کچھ نوٹ نہیں مل رہے ہیں؟"

سبودھ: ارے صاحب پورے پانچ ہزار کے نوٹ ہیں۔ ابھی ابھی چیک بنایا ہے۔"

مداری لال نے سر پیٹ کر کہا: پورے پانچ ہزار! یا بھگوان غضب ہو گیا۔ آپ نے میز پر دیکھ لیا؟"

سبودھ۔ "جناب پندرہ منٹ سے پریشان ہوں؟"

مداری لال: چپڑاسی سے پوچھ لیا کہ کون کون آیا تھا؟"

سبودھ: آیئے ذرا آپ لوگ بھی تلاش کیجیے۔ میرے حواس درست نہیں ہیں۔"

سارا دفتر سیکرٹری صاحب کے کمرے میں سرگرم تلاش ہوا۔ میز الماریاں، صندوق سب دیکھے گئے مگر نوٹوں کا پتہ نہیں۔ نوٹ غائب ہو گئے۔ اب اس میں شبہے کی گنجائش نہ تھی۔ سبودھ نے ایک لمبی سانس لی اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کی ہیئت ہی بدل گئی جیسے مسخ ہو گئے ہوں۔

مداری لال نے ہمدردانہ انداز سے کہا: غضب ہو گیا۔ آج تک کبھی ایسا سانحہ نہ ہوا تھا۔ مجھے آج یہاں دس سال کام کرتے ہوئے ہو گئے، کبھی دھیلے کی چیز بھی غائب نہیں ہوئی۔ میں نے آپ کو پہلے ہی دن متنبہ کر دینا چاہا کہ یہاں ذرا ہوشیار رہیے گا مگر شدنی تھی، خیال ہی نہ رہا۔ ضرور باہر سے کوئی آدمی آیا اور پلندہ لے کر غائب ہو گیا۔ چپڑاسی کی خطا یہی ہے کہ اس نے اس آدمی کو کمرے میں جانے کیوں دیا؟ وہ لاکھ قسمیں کھائے کہ باہر سے کوئی نہیں آیا لیکن میں اسے کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ صرف منشی سوہن لال ایک فائل لے کر آپ کے کمرے میں گئے تھے مگر دروازے سے ہی جھانک کر چلے آئے۔"

سوہن لال نے کہا: "جی ہاں، میں نے تو اندر قدم بھی نہیں رکھا۔ اپنے جوان بیٹے کی قسم کھاتا ہوں جو میں نے اندر قدم رکھا ہو۔"

مداری لال: آپ ناحق قسمیں کھاتے ہیں۔ آپ سے کوئی کچھ کہتا ہے؟ (سبودھ کے کان میں) بینک میں آپ کا کچھ روپیہ ہو تو نکال کر ٹھیکے دار کو دے دیا جائے ورنہ سخت بدنامی ہو گی۔ نقصان تو ہو ہی گیا۔ اس کے ساتھ خفت کیوں اٹھانی پڑے؟"

سبودھ چندر نے دردناک لہجے میں کہا: بینک میں مشکل سے دو چار سو روپے ہوں گے۔ بھائی جان! روپے ہوتے تو کیا غم تھا؟ سمجھ لیتا جیسے پچیس اڑ گئے، ویسے پانچ ہزار اڑ گئے مگر میں تو قلاش ہوں۔"

اسی رات کو سبودھ چندر نے خودکشی کر لی۔ اتنے روپوں کا انتظام کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔ پر موت کے سوا انھیں اپنی خفت، ندامت، بدگمانی، ذلت کو چھپانے کی اور کوئی آڑ نہ تھی۔

(4)

دوسرے دن علی الصبح چپڑاسی نے مداری لال کے گھر پہنچ کر آواز دی۔ مداری لال کو رات بھر نیند نہ آئی تھی۔ گھبرا کر باہر آئے۔

چپڑاسی۔ ہجور۔ بڑا گجب ہو گیا۔ سیکرٹری صاحب نے رات کو اپنی گردن پر چھری پھیر لی۔"

مداری کو ایسا معلوم ہوا گویا ان کے سر پر کوئی بڑا سا پتھر ٹوٹ پڑا ہو۔ "چھری پھیر لی!"

'جی ہاں، آج سویرے معلوم ہوا۔ پولیس کے آدمی جمع ہیں۔ آپ کو بلایا ہے۔"

لاش ابھی پڑی ہوئی ہے۔"

"جی ہاں، ابھی ڈاکٹری معائنہ ہونے والا ہے۔"

بہت سے لوگ جمع ہیں؟"

سب بڑے بڑے اپسر جمع ہیں۔ لاس کی طرپھ دیکھے نہیں بنتا بابو جی!! کیسا بھلا مانس، ہیرا آدمی تھا۔ سب لوگ رو رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے دو بچے ہیں، ایک بڑی لڑکی ہے، بیاہنے لائق۔ بہو جی کو لوگ کتنا روک رہے ہیں، پر بار بار دوڑ کر لاس کے پاس آ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو آنکھیں رومال سے نہ پونچھ رہا ہو۔ ابھی آئے ہوئے کتنے ہی دن ہوئے پر سب سے کیسا میل جول ہو گیا تھا۔ روپے کی تو انھیں محبت ہی نہیں تھی۔ دریا دل تھا۔"

مداری لال کے سر میں چکر آنے لگا۔ دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر اپنے کو سنبھال نہ لیتے تو شاید گر پڑتے۔

"بہو جی بہت رو رہی تھیں؟ کے لڑکے بتلائے تم نے؟"

ہجور دو لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔"

"لڑکی سیانی ہو گی؟"

"جی ہاں، بیاہنے لائیک ہے۔ روتے روتے بچاری کی آنکھیں سوج اٹھی ہیں۔"

نوٹوں کے بارے میں بھی بات چیت ہو رہی ہو گی؟"

جی ہاں، سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ دپھتر کے کسی آدمی کا کام ہے۔ ذرگا جی تو سوہن لال کو گرپھتار کرنا چاہتے تھے مگر سائت آپ کی صلاح لیں۔ سیکرٹری صاحب لکھ گئے ہیں کہ میرا شک کسی پر نہیں ہے۔ نہیں تو اب تک تہلکہ مچ گیا ہوتا۔ سارا دپھتر پھنس جاتا۔"

کیا سیکرٹری صاحب کوئی خط لکھ کر چھوڑ گئے ہیں؟"

ہاں صاحب، معلوم ہوتا ہے چھری مارتے بکھت انھیں یاد آیا کہ سب دپھتر گرپھتار ہو جائے گا۔ بس کلکٹر صاحب کے نام چٹھی لکھ دی۔"

"اس چٹھی میں میرا بھی ذکر ہے؟ تمھیں یہ کیا معلوم ہو گا۔"

ہجور، اب میں کیا بتاؤں مگر اتنا سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بڑی تاریپھ لکھی ہے۔"

مداری لال کی سانس اور تیز ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو کے دو بڑے قطرے ٹپک پڑے۔

میں اور وہ ایک ساتھ کے پڑھے تھے۔ نند و، آٹھ دس سال تک ساتھ رہا۔ ساتھ اٹھتے بیٹھتے، ساتھ کھاتے، بس اسی طرح تھے۔ جیسے دو سگے بھائی ہوں۔ خط میں میری کیا تعریف لکھی ہے؟ یہ تمھیں کیا معلوم ہو گا؟

آپ تو چل ہی رہے ہیں دیکھ لیجیے گا۔"

کفن کا انتظام ہو گیا ہے؟"

نہیں صاحب، کہانا! کہ ابھی لاس کاڈاکٹری معائنہ ہوگا مگر اب جلدی چلیے ایسا نہ ہو کوئی دوسرا آدمی آتا ہو۔"

ہمارے دفتر کے بھی سب لوگ آگئے ہوں گے؟"

"جی ہاں، کئی آدمی آگئے تھے۔ وہی جو اس محلے میں رہتے تھے۔"

ان سے پولیس والوں نے میری بابت تو سوال جواب نہیں کیا؟"

"جی نہیں، کسی سے بھی نہیں۔"

مداری لال جب سبودھ چندر کے گھر پہنچے تو کئی افسر اور محلے کے معززین جمع تھے۔ مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب ان کی طرف بدگمانی کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ پولیس انسپکٹر نے انھیں فوراً بلا کر کہا: آپ بھی اپنا بیان لکھوادیں اور سب کے بیان لکھ چکا ہوں۔"

مداری لال نے اتنی ہوشیاری سے اپنا بیان دیا کہ انسپکٹر پولیس بھی ان کی قانونی نکتہ دانی کا معترف ہو گیا۔ سارے بیان میں ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جو اِن کے خلاف پڑ سکے۔

یکایک مرحوم کے دونوں بچے روتے ہوئے مداری لال کے پاس آئے اور بولے: "چلیے آپ کو اماں جی بلا رہی ہیں۔" دونوں مداری لال سے مانوس تھے۔ مداری کو سبودھ چندر کی بیوی سے کبھی بات چیت کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ یہ بلاوا سُن کر ان کا دل دھڑک اٹھا۔ کہیں اس کا مجھ پر شبہ نہ ہو۔ کہیں سبودھ نے میری نسبت شک ظاہر نہیں کیا؟ کچھ جھجکتے، کچھ ڈرتے۔ اندر داخل ہوئے تو بیوہ کا نالۂ دل خراش سنائی دیا۔ انھیں دیکھتے ہی بے کس بیوہ کے نالۂ درد کا کوئی دوسرا سوتا کھل گیا۔ لڑکی نے آکر انھیں پرنام کیا اور ان کے لیے ایک کرسی رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں لڑکوں نے بھی انھیں گھیر لیا۔ مداری لال کو ان تینوں کی نظروں میں ایسی بے کسانہ التجا بھری ہوئی معلوم ہوئی کہ وہ ان کے سامنے دیکھ نہ سکے۔ ان کا نفس انھیں نفرین کرنے لگا۔ جن غریبوں کو ان پر اتنا اعتماد، اتنا بھروسہ، اتنی عقیدت، اتنی یگانگت ہے، انھیں کی گردن پر انھوں نے چھری پھیری۔ انھی کے ہاتھوں یہ بھرا پُرا خاندان خاک میں مل گیا۔ ان غریبوں کا اب کیا حشر ہوگا لڑکی کی شادی کرنی ہے، کون کرے گا؟ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بار کون اٹھائے؟ مداری لال خود اپنی نظروں میں اتنے ذلیل ہوئے۔ ان کے دل نے خود اتنا دھتکارا کہ ان کی زبان سے تشفی کا ایک لفظ نہ نکلا۔ انھیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا ان کے چہرے پر کوئی سیاہ اور بدنما داغ لگا ہوا ہے۔ گویا ان کا قد چھوٹا ہو گیا ہے۔ وہ سبودھ چندر کو صرف پریشان کرنا چاہتے تھے۔ اس کا یہ انجام ہوگا، شاید اس کا گمان بھی نہیں تھا۔

مجروح بیوہ نے سسکتے ہوئے کہا: بھیا جی! ہم لوگوں کو وہ منجدھار میں چھوڑ گئے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ دل میں یہ بات ٹھان چکے ہیں تو اپنے پاس جو کچھ تھا، سب ان کے قدموں پر رکھ دیتی۔ مجھ سے تو وہ یہی کہتے رہے کہ کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا آپ کے اوپر انھیں کتنا بھروسا تھا کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ان کے دل پر نشتر چلا رہا ہے۔ ان کے حلق میں کوئی وزنی چیز پھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

بیوہ نے پھر کہا: رات سوئے تو خوب ہنس رہے تھے۔ سابق دستور دودھ پیا، بچوں کو پیار کیا، تھوڑی دیر تک ہارمونیم بجایا۔ کوئی ایسی بات نہ کی، جس سے کسی قسم کا شبہ ہوتا۔ مجھے متفکر دیکھ کر بولے: تم ناحق گھبراتی ہو۔ مداری لال سے پرانی ملاقات ہے۔ آخر وہ کس دن کام آئے گا۔ میرے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں ان کی خاصی عزت ہے۔ روپوں کا انتظام آسانی سے ہو جائے گا۔" پھر نہ جانے کب ان کا ارادہ پلٹا۔ میں نصیبوں جلی ایسی سوئی کہ رات کو سنکی تک نہیں۔ کیا جانتی تھی کہ وہ اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔"

مداری لال کو سارا مکان تیرتا ہوا معلوم ہوا۔ انھوں نے بہت ضبط کیا۔ پر جوش اشک نہ روک سکے۔

بیوہ نے آنکھیں پونچھ کر پھر کہا: بابوجی جو کچھ ہونا تھا، وہ تو ہو چکا لیکن آپ اس بدمعاش کا پتا ضرور لگایے جس نے ہمارا ستیاناس کیا۔ دفتر ہی کے کسی آدمی کی حرکت ہے۔ وہ بہت سیدھے سادے آدمی تھے۔ مجھ سے یہی کہتے رہے کہ میرا کسی پر شبہ نہیں ہے۔ آپ سے صرف یہی التجا کرتی ہوں کہ

اس بدمعاش کو بچ کر جانے نہ دیجیے گا۔ پولیس والے شاید رشوت لے کر اسے چھوڑ دیں۔ آپ کو دیکھ کر ان کا یہ حوصلہ نہ ہوگا۔ اب ہمارے سر پر آپ کے سوا اور کون ہے۔ کس سے اپنا دکھ کہیں۔ لاش کی یہ درگت ہونی ہی لکھی تھی۔"

مداری لال کے سر میں ایسا چکر آیا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔

(5)

تیسرے پہر لاش کا معائنہ ختم ہوا۔ جنازہ ندی کی طرف چلا۔ سارا دفتر سارے حکام اور ہزاروں آدمی ساتھ تھے۔ چتا کے مراسم لڑکوں کے ہاتھ ادا ہونے چاہیے تھے مگر لڑکے نابالغ تھے۔ بیوہ چلنے کو تیار ہی ہو رہی تھی کہ مداری لال نے جا کر کہا: بھوجی! یہ فرض مجھے ادا کرنے دو۔ تم کریا پر بیٹھ جاؤ گی تو بچوں کو کون سنبھالے گا؟ سبودھ میرے بھائی تھے۔ زندگی میں ان کے ساتھ کچھ سلوک نہ کر سکا۔ اب زندگی کے بعد مجھے اپنا دوستانہ اور برادرانہ فرض ادا کر لینے دو۔ آخر میرا بھی تو ان پر کچھ حق تھا۔"

بیوہ نے رو کر کہا: آپ کو بھگوان نے بڑا اور فیاض دل دیا ہے۔ بابوجی!! نہیں تو مرنے پر کون پوچھتا ہے؟ دفتر کے آدمی جو آدھی آدھی رات تک ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے، جھوٹوں بھی نہ آئے کہ ذرا دل کو ڈھارس ہوتی۔"

مداری لال نے داہ کریا کی۔ تیرہ دن تک سنسکار کرتے رہے۔ تیرھویں دن پنڈدان ہوا۔ برہمنوں نے بھوجن کیا۔ فقیروں کو غلہ تقسیم کیا گیا۔ قریبی احباب کی دعوت ہوئی اور سبھی اخراجات مداری لال نے ادا کیے۔ بیوہ نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ نے جتنا کیا، اتنا ہی بہت ہے۔ اب میں آپ کو اور زیادہ زیر بار نہیں کرنا چاہتی۔ دوستی کا حق اس سے زیادہ اور کوئی کیا ادا کرے گا مگر مداری لال نے ایک نہ سنی۔ سارے شہر میں لوگ ان کی تعریف کرنے لگے، دوست ہو تو ایسا ہو۔

سولھویں دن بیوہ نے مداری لال سے کہا: "بھیا! آپ نے ہمارے ساتھ جو سلوک اور احسان کیے، ان سے ہم مرتے دم تک سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ آپ نے ہمارے سر پر ہاتھ نہ رکھا ہوتا تو نہیں معلوم ہماری کیا گت ہوتی۔ اسی طرح کبھی کبھی یاد کیجیے گا۔ اب ہمیں اجازت دیجیے کہ گھر جائیں۔ وہاں دیہات میں خرچ بھی کم ہوگا اور کچھ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی کر لوں گی۔ کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن کٹ جائیں گے۔"

مداری لال: "گھر پر کتنی جائیداد ہے؟"

بیوہ: جائیداد کیا ہے۔ ایک کچا مکان ہے اور دس بارہ بیگھے کاشتکاری ہے۔ پکا مکان بنوانا شروع کیا تھا مگر روپے پورے نہ پڑے۔ ابھی ادھورا پڑا ہے۔ دس بارہ ہزار روپے خرچ ہو گئے اور ابھی چھت پڑنے کی نوبت ہی نہ آئی۔"

مداری: کچھ روپے بینک میں جمع ہیں یا بس کھیتی ہی کا سہارا ہے؟"

بیوہ: جمع تو ایک پائی بھی نہیں ہے۔ بھیاجی! ان کے ہاتھ میں روپیہ رہنے ہی نہ پاتا تھا۔ بس وہی کھیتی باڑی ہے۔"

مداری: تو ان کھیتوں میں اتنی پیداوار ہو جائے گی کہ لگان بھی ادا ہو جائے اور تم لوگوں کی بسر اوقات بھی ہو؟"

بیوہ: اور کر ہی کیا سکتے ہیں، بھیاجی! کسی نہ کسی طرح زندگی تو کاٹنا ہی ہے۔ بچے نہ ہوتے تو میں زہر کھا لیتی۔"

مداری: اور ابھی لڑکی کی شادی بھی کرنی ہے۔"

بیوہ: لڑکی کی شادی کی اب کوئی فکر نہیں ہے۔ کاشت کاروں میں بہت سے ایسے مل جائیں گے جو بنا کچھ لیے دیے شادی کر لیں گے۔"

مداری نے ذرا دیر خاموش رہ کر کہا: "اگر میں کچھ صلاح دوں تو اسے مانیں گی آپ؟"

بیوہ: ''بھیاجی، اپ کی صلاح نہ مانیں گے تو کس کی صلاح مانیں گے ؟ دوسرا اور ہے ہی کون ؟''

مداری: تو آپ اپنے گھر جانے کے بدلے میرے گھر چلیے۔ جیسے میرے بال بچے کھائیں، رہیں گے ویسے آپ کے بال بچے بھی رہیں گے۔ آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔ میرا مکان کافی بڑا ہے۔ آپ چاہیں گی تو اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ آپ کو دے دوں گا ورنہ ایک ساتھ ہی رہیں گے۔ ایشور نے چاہا تو لڑکی کی شادی بھی کسی شریف خاندان میں ہو جائے گی۔''

بیوہ نے آنکھوں میں احسان اور تشکر کے آنسو بھرتے ہوئے کہا: مگر بابوجی، سوچیے !!'

مداری نے بات کاٹ کر کہا: میں نہ کچھ سوچوں گا اور نہ کوئی عذر مانوں گا۔ آپ کو میری یہ درخواست قبول کرنی پڑے گی۔ میں آج دس دن سے اسی مسئلے پر غور کر رہا تھا اور اس تجویز کے سوا مجھے اور کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی۔ اف! دو بھائیوں کے خاندان کیا ایک ساتھ نہیں رہتے ؟ سبودھ کو میں اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سمجھوں گا۔''

بیوہ کا کوئی عذر نہ سنا گیا۔ اسی دن مداری لال سارے خاندان کو اپنے گھر لے گئے اور آج دس سال سے ان کی پرورش کر رہے ہیں۔ لڑکی کی شادی ایک بہت ممتاز خاندان میں ہوگئی۔ دونوں بچے کالج پڑھتے ہیں اور ان کی ماں مداری لال کے گھر کی مالکن ہے۔ مداری لال اور ان کی بیوی دل و جان سے ان کی خدمت کرتے ہیں اور اسی کی مرضی کو مقدم سمجھتے ہیں۔

مداری لال نے اپنے گناہ کو خدمت کے پردے میں چھپالیا ہے۔ (پریم چند کے ان مول افسانے)

مشق

سننا

ا۔ افسانہ ''کفارہ'' کے درج ذیل اقتباسات دیے گئے ہیں؛ ایک اقتباس افسانے کے آغاز کی چند سطور ہیں اور دوسرا؛ افسانے کے درمیانی حصے پر مشتمل ہے جب کہ تیسرا اقتباس افسانے کا آخری حصہ ہے۔ طلبہ باری باری ان حصوں کو درست تلفظ کے ساتھ بلند آواز میں پڑھیں جب کہ باقی طلبہ افسانے کا آغاز/درمیان سے سن کر افسانے کے مرکزی خیال / نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کریں۔

(آغاز کی سطور)

ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہیڈ کلرک بابو مداری لال کو کئی بار جگر دوز سانحات کے سننے کا اتفاق ہوا تھا لیکن ان کا چہرہ کبھی اتنا زرد اور دل کبھی اتنا پامال نہیں ہوا تھا، جتنا وہ سرکاری لفافہ کھول کر ہوا جو ایک دن دس بجے دفتر آتے ہی انھیں ملا۔ لفافہ ہاتھ میں لیے وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں کھڑے رہے گویا سارے حواس مفلوج ہوگئے ہوں۔ گویا دنیا ان کی نظروں میں تاریک ہوگئی ہو۔ بورڈ کے سیکرٹری صاحب نے پنشن لے لی تھی اور اس لفافے میں نئے سیکرٹری کے تقرر کا حکم تھا۔ اسی نئے تقرر پر بابو صاحب کی صورت اتنی متغیر ہوگئی تھی۔ سرکار نے سبودھ چندر کو اس عہدے پر مامور کیا تھا اور سبودھ چندر وہ شخص تھا جس کے نام سے ہی بابو مداری لال کو نفرت تھی۔ وہ سبودھ چندر جوان کا ہم جماعت تھا جسے زک دینے کے لیے انھوں نے بارہا کوشش کی اور ہمیشہ ناکام رہے۔ وہ آج ان کا افسر ہو کر آرہا تھا۔ سبودھ چندر کی بہت دنوں سے کوئی خبر نہ ملی تھی۔

(افسانے کا درمیانی حصہ)

سولہویں دن بیوہ نے مداری لال سے کہا۔ بھیا آپ نے ہمارے ساتھ جو سلوک اور احسان کیے، ان سے ہم مرتے دم تک سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ آپ نے ہمارے سر پر ہاتھ نہ رکھا ہوتا تو نہیں معلوم ہماری کیا گت ہوتی۔ اسی طرح کبھی کبھی یاد کیجیے گا۔ اب ہمیں اجازت دیجیے کہ گھر جائیں۔

وہاں دیہات میں خرچ بھی کم ہوگا اور کچھ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی کر لوں گی۔ کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن کٹ جائیں گے۔"
مداری لال: "گھر پر کتنی جائیداد ہے؟" بیوہ: جائیداد کیا ہے۔ ایک کچا مکان ہے اور دس بارہ بیگھے کاشت کاری ہے۔ پکا مکان بنوانا شروع کیا تھا مگر روپے پورے نہ پڑے۔ ابھی ادھورا پڑا ہے۔ دس بارہ ہزار روپے خرچ ہو گئے اور ابھی چھت پڑنے کی نوبت ہی نہ آئی۔"

(افسانے کا آخری پیراگراف)

بیوہ کا کوئی عذر نہ سنا گیا۔ اسی دن مداری لال سارے خاندان کو اپنے گھر لے گئے اور آج دس سال سے ان کی پرورش کر رہے ہیں۔ لڑکی کی شادی ایک بہت ممتاز خاندان میں ہو گئی۔ دونوں بچے کالج پڑھتے ہیں اور ان کی ماں مداری لال کے گھر کی مالکن ہے۔ مداری لال اور ان کی بیوی دل و جان سے ان کی خدمت کرتے ہیں اور اسی کی مرضی کو مقدم سمجھتے ہیں۔

مداری لال نے اپنے گناہ کو خدمت کے پردے میں چھپا لیا ہے۔

بولنا

☆۔ استحسان اور تنقید

جب کوئی تحریر پڑھی جاتی ہے تو اُس کی زبان، خیالات کی ترتیب، ربط و تسلسل اور جامعیت وغیرہ کو پرکھا جاتا ہے، اگر اُس کی زبان اس میں موجود خیالات کی احسن طریقے سے ترجمانی کرے تو پڑھنے والے کو نہ صرف مفہوم سمجھنے میں آسانی رہتی ہے بل کہ وہ اس سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے۔ زبان و بیان کی عمدہ خوبیوں کا بیان استحسان کہلاتا ہے اور اُس کی کمزوریوں کی نشان دہی کرنا تنقید کہلاتا ہے۔ "استحسان" سے لکھنے والے کی حوصلہ افزائی اور انداز منصفانہ ہونا چاہیے اور فنی پہلوؤں پر توجہ مرکوز رہنی چاہیے۔ تنقید عربی زبان کے لفظ 'نقد' سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معانی ہیں: پرکھنا، کھوٹے اور کھرے کا فرق معلوم کرنا۔ اصطلاح میں کسی ادیب یا شاعر کی تحریر میں موجود خوبیوں اور خامیوں (محاسن و معائب) کا صحیح اندازہ کرنا اور اپنی رائے کو پیش کرنا، تنقید کہلاتا ہے۔ تنقید کا مقصد کسی بھی ادب پارے کے دونوں پہلوؤں کا جائزہ لینا ہے۔ تنقید کسی بھی زبان کے ادب میں موجود معیاری اور غیر معیاری تصانیف طے کیے گئے معیارات پر پرکھی جاتی ہیں جس سے معیاری اور غیر معیاری سطحوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور ادب کی تخلیق کے سوتے بہتر سے بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ استحسان کا مطلب ہے کہ ایسے سوالات کا جواب ڈھونڈا جائے کہ ادب پارے کو اچھا، معیاری، پسندیدہ اور بہتر کیوں کر سمجھا جائے؟ گو یا کسی بھی ادب پارے کی مجموعی خوبیاں اور خوب صورتیں کو بے لاگ رائے کے ذریعے بیان کرنا استحسان کہلاتا ہے۔

۲۔ طلبہ درج بالا نکات کو مدِ نظر رکھ کر کے شاملِ نصاب افسانے "کفارہ" پر تنقیدی اور استحسانی گفت گو کریں تاکہ اس کی خوبیاں اور خامیاں واضح ہو سکیں۔ جہاں کہیں دقت پیش آئے یا ضرورت پڑے، اپنے استاد محترم یا استانی صاحبہ سے رہ نمائی لیں۔

پڑھنا

۳۔ روزمرہ، محاورہ، ضرب الامثال، سادہ اور مرکب جملے

اہلِ زبان کی بات چیت جو وہ روزمرہ زندگی میں بولتے ہیں، روزمرہ کہلاتی ہے۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اہلِ زبان کی بول چال کے موافق، حقیقی معنوں میں استعمال ہو، روزمرہ کہلاتا ہے۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اپنے لغوی معنوں کی بہ جائے مجازی معانی دیتا ہو، محاورہ کہلاتا ہے۔ ضرب المثل ایک ایسا مکمل جملہ ہوتا ہے جو کسی واقعے کو بتانے اور اس پر مہر تائید ثبت کرنے کا ایک نرالا انداز ہے جس سے گفت گو اور کلام میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور مضمون نہایت عمدہ ہو جاتا ہے۔ ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔

اگر کوئی جملہ ایک ہی حصے پر مشتمل ہو یعنی کوئی ایک خبر وغیرہ دی گئی ہو تو اُسے سادہ جملہ کہیں گے۔ تاہم اگر جملہ دو یا دو سے زائد حصوں پر مشتمل ہو تو اسے مرکب جملہ کہتے ہیں۔ پہلے کو اصل جملہ جب کہ دوسرے کو تابع جملہ کہتے ہیں۔

☆ شامل نصاب سبق کے درج ذیل جملوں میں کچھ مرکب اور کچھ سادہ جملے ہیں جن میں نامانوس الفاظ، محاورات، ضرب الامثال، مترادفات اور مرکبات کا استعمال بھی ہوا ہے، آپ انھیں سمجھ کر پڑھیں اور ان کی نشان دہی بھی کریں۔

i. لفافہ ہاتھ میں لیے وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں کھڑے رہے۔

ii. مداری لال کو اس کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا۔

iii. مداری لال کو جاں براری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

iv. مگر وائے ناکامی! آج وہ پرانا، ناسور صد گونہ سوزش اور تپش کے ساتھ کھل گیا۔

v. اب آپ لوگ ذرا ہاتھ پاؤں کو سنبھال کر رہیے گا۔

vi. اس طرح سارے دفتر کو سبودھ کی طرف سے بد ظن کر کے مداری لال نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا

vii. ہم سب حضور کے تابع دار ہیں۔

viii. یہ دکھانے کے دانت ہیں۔

ix. انسپکٹر پولیس بھی ان کی نکتہ دانی کا معترف ہو گیا۔

x. بھارت نے کشمیریوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیے لیکن اسے کسی قسم کی شرم و حیا نہیں۔

لکھنا

۴۔ درج ذیل روز مرہ، محاورات اور ضرب الامثال کو استعمال کرتے ہوئے سادہ اور مرکب جملے بنائیں۔

آئے روز --------

بلاناغہ --------

روز بہ روز --------

پانچ سات --------

انگور کھٹے ہیں --------

آم کے آم گٹھلیوں کے دام --------

جس کی لاٹھی اس کی بھینس --------

آفت برپا کرنا --------

رال ٹپکنا --------

فریاد کرنا --------

۵۔ اردو ایک لشکری زبان ہے جس میں متعدد عالمی اور علاقائی بولیں اور زبانوں کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اردو زبان نے دیگر زبانوں کے ان گنت الفاظ کو اپنے دامن میں اس طرح سمیٹا کہ ہر لفظ اپنے ماخذ کی بہ جائے اردو ہی میں اس طرح ضم ہو کر رہ گیا کہ اس کا استعمال کسی بھی طرح اجنبی محسوس نہیں ہوتا۔ فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں کے علاوہ مقامی زبانوں کے الفاظ بھی اردو میں رچ بس گئے ہیں۔ درج ذیل مثالیں اسی ضمن کی ہیں ۔ اردو زبان میں رائج دوسری زبانوں کے ان الفاظ کے درست اور موثر استعمال کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان کے جملے بنائیں۔

سکول، کالج، یونیورسٹی، میڈیم (انگریزی)	تاج، قصد، سراج، مطلع (عربی)
غرض، پارس، چراغ (فارسی)	کاٹھ، بھی، کٹھ پتلی، بٹ ما (ہندی)
اٹلس، تھرمامیٹر، آٹو بائیو گرافی (یونانی)	ٹروپس، رپورٹ، سلاد (فرانسیسی)
الماریوسے الماری، اناناس، آیا (پرتگالی)	اسپرے، ٹب، مگ (جرمن)

(استفادہ: اردو میں دخیل یورپی الفاظ: مصنف ڈاکٹر محمد بن عمر)

قواعد/زبان شناسی

تذکیر و تانیث

تذکیر و تانیث کا تصور آپ جماعت نہم میں تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں۔

۶۔ درج ذیل الفاظ کے جملے اس طرح بنائیں کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

دھن، دہی، قمیص، کیچڑ، دھوکا، قطار، کان، کف، تار

اسم، فعل، حرف کی نشان دہی

۷۔ اسم، فعل اور حرف کے تصور کے حوالے سے بھی آپ جماعت نہم کی نصابی کتاب میں تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں۔ درج ذیل جملوں میں اسم (کسی شے کا نام)، فعل (کوئی کام) اور حرف (ایسے الفاظ جن کا اپنا کوئی معنی تو نہیں ہوتا لیکن لفظوں، جملوں اور کلموں میں آکر ان کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔) کی نشان دہی کریں۔

i چوں کہ بارش ہو رہی ہے اس لیے آج موسم ٹھیک ہے۔

ii کسی کی چغلی کھانا گناہ ہے۔

iii اسلم نے مجھے فون کیا تھا۔

iv آپ کیا کر رہے ہیں؟

v اگر محنت کرو گے تو کام یاب ہو جاؤ گے۔

حروفِ فجائیہ

حروفِ تاسف: یہ حروف غم یا افسوس کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، افسوس، حیف، وائے، ہائے، اُف، ہے ہے حروفِ تاسف ہیں۔

حروفِ تنبیہ:

وہ حروف جو خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے استعمال ہوں۔ مثلاً: خبردار! جھوٹ بولنا بہت بُری عادت ہے۔ اس جملے میں "خبردار" حرفِ تنبیہ ہے۔ اس کے علاوہ زنہار، دیکھنا، سنو بھی حروفِ تنبیہ ہیں۔

حروفِ تحسین یا انبساط: کسی کی تعریف یا خوشی کے اظہار کے لیے بولے جانے والے حروف کو حروفِ تحسین یا حروفِ انبساط کہتے ہیں۔ مثلاً: سبحان اللہ، شاباش، بہت خوب، واہ واہ، مرحبا، وغیرہ

حروفِ نفرین: نفرت یا ملامت کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے حروف مثلاً: تُف، لعنت، پھٹکار، ہزار لعنت، اخ تھو وغیرہ

حروف استعجاب: تعجب اور حیرانی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ مثلاً: اللہ اللہ۔ اللہ اکبر۔ حاشا و کلّا۔ اوہو وغیرہ

حروفِ قسم: وہ حروف جو قسم کھانے کے لیے استعمال ہوں جیسے: بہ خدا، واللہ، وغیرہ

حروفِ تہنیت: کسی خوشی یا کام یابی کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ مثلاً: مبارک باد، شاباش، بہت خوب

حروفِ تمنا: کسی تمنا، آرزو اور خواہش کے موقع پر استعمال ہونے والے حروف۔ مثلاً: کاش کہ، کاش، اے کاش

۸۔ درج ذیل جملوں میں آنے والے مختلف حروف کی نشان دہی کریں۔

الف۔ بیٹے کی مسلسل ناکامی پر والدہ نے کہا: افسوس! بیٹا اس بار بھی آپ کام یاب نہ ہو سکے لیکن حیف! آپ اب بھی محنت نہیں کر رہے۔

ب۔ شاباش بچو! تم قوم کا روشن مستقبل ہو۔ بہت خوب! اول پوزیشن لے کر آپ نے تو کمال ہی کر دیا۔

ج۔ اوہو! آپ کتنے عرصے سے یہاں رہائش پذیر ہیں اور مجھے معلوم ہی نہیں۔

د۔ بہ خدا! میں نے سچ بولا ہے۔ واللہ! ایک لفظ بھی جھوٹ پر مبنی نہیں ہے۔

و۔ اے کاش! ہم ایک قوم بن سکیں۔

سرگرمیاں

۱۔ قواعد و انشا کی دست یاب کسی بھی کتاب سے پانچ پانچ محاورات، روز مرہ اور ضرب الامثال تلاش کر کے ان سے سادہ اور مرکب جملے بنائیں۔

۲۔ دس ایسے سادہ اور مرکب جملے بنائیں جن میں اسم، فعل اور حروف کا استعمال کیا گیا ہو۔